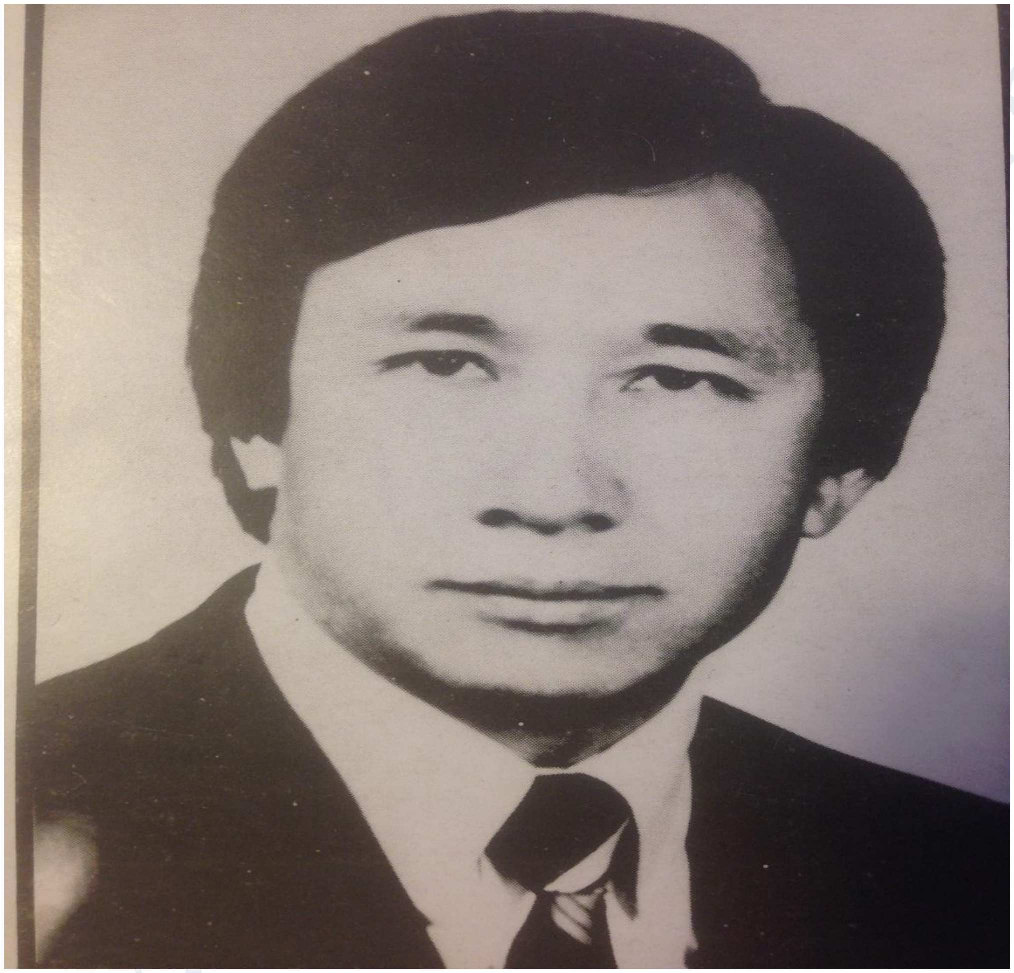

حسن پولادی ہزارہ قوم کا ایک تابندہ ستارہ

تحقیق و تحریر - اسحاق محمدی

تاریخ ہزارہ

اسکالروں نے تاریخ کو اقوام کے " دماغ اور اسکی یادداشت " سے تعبیر کیا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی ماضی سے رشتہ استوار رکھ کر ماضی کی کوتاہیوں و خامیوں سے سبق سیکھ کر اور کامیابیوں کے اصول و ضوابط کو پیش نظر رکھ کر "حال" کو سنوارتی ہے اور روشن مستقبل کیلئے منصوبہ بندی کرتی ہے اب ظاہری بات ہے کہ اگر کسی قوم سے اسکی تاریخ چھین لی جائے یا جدید استعماریت کے تحت اسکی تاریخ مسخ کی جائے اور ماضی سے اس کا رشتہ منقطع کر دیا جائے تو اسکی حیثیت ایک پاگل آدمی کی سی ہو جاتی ہے جیسے دوست دشمن کی پہچان، خوب و بد تمیز نہیں ہوتی اور نہ ہی حال سے غرض و مستقبل کی فکر ہوتی ہے یوں یہ قوم ایک ناخدا ندارد کشتی کیطرح زمانے کے سمندر کے بے رحم موجوں کے سہارے ہچکولے کھاتی رہتی ہے اور انکی کوئی منزل نہیں ہوتی۔

اس بنیادی نکتہ کو مد نظر رکھکر بالادست ظالم اقوام کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی کہ وہ اپنے زیردست اقوام کی ان جڑوں کو کاٹ دیں جو حال کو ماضی سے جوڑتی ہیں بالادست اقوام کا یہ رویہ ان اقوام کیطرف اور زیادہ منفی ہو جاتا ہے جو شاندار ماضی کے مالک ہوتے ہیں کیونکہ ایسی قوموں کی جڑوں کا کاٹنا آسان نہیں ہوتا ہزارہ قوم ایک شاندار ماضی کے حامل قوم اور انسانی تہذیب و تمدن کے تخلیقی عمل کا ایک اہم حصہ دار رہی ہے مشہور زمانہ بامیان تہذیب کے آثار کا صرف ایک سرسری جائزہ لینے اسے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ اس کا موازنہ دنیا کے دیگر مشہور تہذیبوں میں کیا جا سکتا ہے، خاص کر گوتم بدھ کے دو عظیم مجسموں 35 میٹر بلند شامہ، 53 میٹر بلند صال صال (آخرالذکر مجسمہ کو حال ہی میں گینزبک آف ورلڈ ریکارڈ میں شامل کیا گیا ہے) کو دنیا کے چند بڑے عجائبات اہرام مصر، تاج محل وغیرہ میں شمار کئے جا سکتے ہیں مگر دشمنوں نے کبھی یہ گوارا نہ کیا کہ دنیا کی رسائی ان آثار تک ہو، کیونکہ اس صورت میں ان تاریخی و قیمتی آثار کے خالق قوم بھی دنیا کے سامنے آتی۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ شاندار ماضی کے حامل قوموں کی جڑیں کاٹنا آسان نہیں ہوتا اس لیئے بالادست ظالم اقوام کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس سلسلے میں ظلم و جبر کے تمام حدود کو توڑنے کے ساتھ ساتھ " زر و تزویر " یعنی دولت و مکر و فریب سے کام لیتے رہے اور ایک شاندار ماضی کے امین قوم کے ناطے ھزارہ قوم کے خلاف بھی یہ تمام حربے استعمال کئے گئے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ گذشتہ ڈھائی سو سال کے ظالم و جابر حکمرانوں نے ایک طرف اپنے بیرونی آقاؤں کی مالی و تسلیحاتی معاونت کے بل بوتے پر ایک طرف ہزارہ قوم کی فیزیکی حیثیت پر مسلسل کاری ضربات لگانے کی مذموم کوشش کیں جبکہ دوسری جانب ماضی سے ان کا رشتہ منقطع کرنے کیلئے بھی مختلف حربے بروئے کار لائے گئے جن میں سب سے زیادہ قابل مذمت حرکت بامیان تہذیب کے آثار کو ختم کرنے کی قصداً کوشش بھی شامل ہے جبکہ تیسری طرف ظالم و جابر

حکمرانوں نے علم و دانش کے دروازے ہزارہ فرزندوں پر عملاً بند رکھ کر انہیں جہالت و تاریکی میں رکھنے کی سعی کی اس دوران اگر ایک آدھ فرد ان تمام پابندیوں کے باوجود علم و دانش کے میدان میں نکلنے میں کامیاب ہوا انہیں یا تو بلیک لیسٹ قرار دیا گیا اور یا پھر پس دیوار بدنام زمانہ زندان "دھمزنگ" بھیج دیا گیا تاکہ نہ رہے بانس نہ رہے بانسری یعنی یہ لوگ اپنے اور اپنی قوم کی آواز دنیا تک نہ پہنچا سکے جبکہ چوتھی جانب کابل کے حکمرانوں نے اپنے آقاؤں کیطرف سے بھیجے جانے والے نام نہاد مورخ نما جاسوسوں کو کابل کے محلل محلات میں ٹھہرا کر اور انہیں باج و خراج دیکر ہزارہ قوم کی تاریخ و ثقافت کے متعلق گمراہ کن معلومات فراہم کرتے رہے اب چونکہ ان جاسوسوں کا اصل تعلق آم کھانے یعنی کابل حکمرانوں کی انگریز سرکار سے تجدید وفاداری برائے غلامی سے تھا اس لئے آم کھانے کے بعد وہ پیڑ و حقائق کو گنتے نہیں تھے اور وفاداری کی سند لیکر انگریز سرکار کی تسلی کراتے اور ولایت پہنچکر ان ہی باج و خراج کے پیسوں سے اپنے نام پر صاحب کتاب ہونے کے لیبل لگانے کیلئے سفر نامے نوشتہ فرماتے۔

بہر حال مزید تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ماضی کے کئی بظاہر مقدس کرداروں کے اصل چہرے و کرتوت کھل کر سامنے آگئے ہیں، علامہ اقبال کا ایک مصرعہ ہے "ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی" یہ مصرعہ اس طویل و تاریک پس منظر کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو مکمل طور پر ہزارہ قوم پر صادق آتا ہے کیونکہ انکے فرزندوں کو اس دوران جب بھی مواقع ملے انہوں نے اپنی مسخ شدہ ماضی کو تاریخی حوالوں کی مدد سے کرید کر حقائق تک پہنچنے اور اپنے شاندار ماضی تک رسائی حاصل کرنے کی کاوشیں کرتی رہیں۔ ان جوانمرد شہسواروں میں شاد روان حسن پولادی بھی شامل ہیں۔

قرائین سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن پولادی کے والد محترم حوالدار کریم بخش، ہزارہ جنگ آزادی 1893 کے اختتام پر اپنا آبائی وطن چھوڑ کر کوئٹہ ہجرت کر آئے تھے اور ہزارہ پانیر سے منسلک ہو کر حوالدار رینک سے ریٹائر ہوگئے تھے فوج سے ریٹائرمنٹ لینے کے بعد وہ اپنے خاندان کے ساتھ پارہ چنار چلے گئے اور یہی دسمبر 1944 کو جناب حسن پولادی کی پیدائش ہوئی ابھی حسن پولادی محض ڈیڑھ سال کے تھے کہ حوالدار کریم بخش وفات پا گئے اگرچہ حوالدار کریم کے چھ بیٹے تھے اور انہوں نے نہایت احسن طریقے سے اپنے والد کے کارو بار کو سنبھال رکھا تھا مگر نامعلوم وجوہات کے بنا پر یہ خاندان 1948ء میں دوبارہ کوئٹہ شفٹ ہوگئے، ننھے حسن پولادی نے کوئٹہ کے مشہور درسگاہ اسلامیہ ہائی سکول سے اپنی تعلیم کا آغاز اور اسی درسگاہ سے 1964ء میں نہایت اچھے نمبروں سے مٹرک پاس کیا جس کی بنیاد پر وہ بلوچستان کیطرف سے زرعی کالج ٹنڈو جام کیلئے منتخب ہوئے اپنی محنت و ذہانت کے بل بوتے پر جناب پولادی نے اس ادارہ سے 1969ء میں اپنی بی ایس سی کی

www.wisdomspeech.com

ڈگری گولڈ مڈل کے ساتھ حاصل کی اور واپسی پر محکمہ زراعت میں ریسرچ آفیسر مقرر ہوئے مگر جلد ہی انہیں منیلا یونیورسٹی فلپائن کیطرف سے اسکالر شپ کی آفر ہوئی جہاں سے ایکبار پھر انہوں نے ماسٹر ڈگری کی سند گولڈ مڈل کے امتیازی اعزاز کے ساتھ حاصل کی اپنے شاندار اکڈیمک ریکارڈ کیوجہ سے انہیں 1972ء میں American Research Assistance Fellowship کیلئے منتخب کیا گیا یہاں جناب پولادی نے اپنے شاندار تعلیمی ریکارڈ کو دہراتے ہوئے زرعی سائنس میں اپنی دوسری ڈگری Cornell University Ithaca New York سے حاصل کی اور گولڈ مڈلسٹ قرار پائے بدقسمتی سے وطن واپسی پر اس ذہین زرعی سائنسدان کی اس طرح پذیرائی نہیں ہوئی جسکے وہ حقدار تھے اور اسے روایتی بیورو کریٹک طریق کار کے مطابق الجھانے اور پریشان کرنے کی کوششیں ہوئیں جس سے دلبرداشتہ ہو کر انہوں نے ملک چھوڑنے کا فیصلہ کیا اور مستقل طور پر امریکہ میں آباد ہوگئے یہی اس نے ایک فلپائنی خاتون (اسلامی نام سلمہ) سے شادی کی جس کے بطن سے ایک لڑکا عمران اور ایک لڑکی صوفیہ پیدا ہوئی سلمہ کے انتقال کے بعد جناب پولادی نے ایک ہزارگی خاتون سے کوئٹہ میں 1985ء میں دوسری شادی کی جس کے بطن سے ایک بیٹی فرح ہے جو کہ آجکل کوئٹہ میں رہ رہی ہے۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ جناب پولادی بنیادی طور پر میدان زرعی سائنس کے شہسوار تھے لہٰذا قدرتی طور پر ہر ذہن میں کئی سوالات آتے ہیں کہ انکا میلان تاریخ کیطرف کب اور کیسے ہوا؟ انہیں اپنی قوم ہزارہ پر کتاب لکھنے کا خیال کیسے آیا؟ اور پھر یہ کہ انہوں نے ھزارہ قوم کی تاریخ، زبان، ثقافت پر اس قدر عظیم و بیش بہا علمی ذخیرہ کیسے جمع کر پائی؟ ان سوالوں کا جواب دینا فی الحال میرے لئے خاصا مشکل ہے تاھم قرائین بتارہے ہیں کہ اگرچہ تاریخ سے اور بطور خاص اپنی قوم ہزارہ کی تاریخ سے اسے دلچسپی شروع سے تھی مگر امریکہ میں مستقل رہائش رکھنے کے بعد اور مشہور امریکن ہزارہ شناس اسکالروں، پروفیسر الزبتھ۔ای۔ بیکن اور پروفیسر رابرٹ۔ ایل کانفیلڈ سے میل ملاپ نے اس شوق کو جلا بخشی اور اسے جنون کی حد تک پہنچا دیا یاد رہے کہ بیکن ہزارہ شناسی کے موضوع پر تین تحقیقی کتابوں اور کانفیلڈ دو تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں۔ جناب حسن پولادی جو ہزارگی سمیت چھ بین الاقوامی زبانوں پر عبور رکھتے تھے کہ شوق و جنون کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ہزارہ تاریخ، زبان و ثقافت پر علمی مواد اکٹھا کرنے کیلئے براعظم امریکا، یورپ سمیت تقریباً پورے ایشیائی ممالک کی خاک چھانی اور جہاں کہیں سے اسے اور کسی بھی زبان میں ہزارہ شناسی کے موضوع پر اگر کاغذ کے محض چند صفحات کی خبر ملی پروانہ وار دوڑ پڑتے 1974-76ء کا عرصہ اس ضمن میں نہایت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ ان دو سالوں میں جناب پولادی دنیا و مافیا سے بے خبر کبھی مشہور اور امیریکین یونیورسٹی لائبریریز کیلفورنیا، کولمبیا، بریکلی، ڈیوس، پرنسٹن اور کبھی دیگر بڑی لائبریریز

مثلاً نیویارک سٹی، Stockton, Idaho, Twinfalls اور کبھی افغان اسٹڈیز سینٹر یونیورسٹی آف Nebraska میں نظر آتے تو کبھی انڈیا آفس لائبیری لندن میں کتابوں کی ورق گردانی و نوٹس لینے میں مگن رہتے تو کبھی افغانستان، پاکستان ، ایران و ہندوستان کی سرکاری و پرائیوٹ کتب خانوں کی خاک چھانتے دیکھے جاتے اسی سلسلے میں وہ خود اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں "میں نے ہزارہ شناسی سے متعلق علمی مواد (مطبوعہ و غیر مطبوعہ) نہ صرف امریکہ بھر سے بلکہ یورپ و ایشیائی ممالک سے بھی اکھٹے کئے یہ علمی مواد انگلش، روسی، جرمنی، فرانسیسی اطالوی، جاپانی، فارسی، اردو اور پشتو زبانوں پر مشتمل ہیں۔" جناب پولادی جن زبانوں سے ناواقف تھے ان زبانوں میں موجود بعض مواد کے ترجمے اپنے دوستوں سے کراکے استفادہ کرتے تھے مثلاً ہزارہ شناسی سے متعلق جرمن زبان میں مواد کے تراجم اپنے دوست و یونیورسٹی فیلو آسٹریا کے Albert Konig سے کرائے۔

بلاخیر جناب پولادی کا شوق جنون رنگ لایا اور ہزارہ شناسی کے موضوع پر اسکے ذاتی ذخیرے میں سینکڑوں تحقیقی مقالے اور کتابیں جمع ہوگئیں بلاشک اس موضوع پر اس قدر بیش بہا علمی ذخیرہ نہ دنیا کے کسی کتابخانے میں ہیں اور نہ ہی کسی کی ذاتی کولیکشن میں جناب پولادی نے اس علمی ذخیرہ کے 230 سے زائد مقالات وکتابوں کی مدد سے اور جدید تحقیق روش کے عین مطابق اور ساتھ ہی واشنگٹن یونیورسٹی کے شعبہ انتروپولوجی کے سربراہ و ممتاز امریکن اسکالر و ممتاز امریکن اسکالر و ہزارہ شناس آقای پروفیسر رابرٹ۔ ایل کانفیلڈ کے مفید علمی مشاورات کی روشنی میں چند سالہ کاوشوں اور عرق ریزی کے انگریزی زبان میں موتی کی صورت پرونے اور 400 سے زائد صفحات پر مشتمل کتاب The Hazaras لکھنے میں کامیاب ہوئی۔ 1989ء میں اس کتاب کی اشاعت ہوئی اور دنیا بھر میں اسے خوب پذیرائی ملی۔

The Hazaras 1989ء میں امریکہ میں The Books of the Year میں شامل تھی۔ بارہ ابواب و تین ملحقات پر مشتمل اس علمی کتاب پر تبصرہ کرنا اور رائے زنی کرنا مجھ چھ مدان کیلئے مناسب نہیں اس لئے صرف آقای پروفیسر رابرٹ۔ ایل۔ کانفیلڈ کے الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں جو اس کتاب کی تقریض میں یوں لکھتے ہیں " III پولادی نے پہلی بار ھزارہ قوم پر اس قدر معلومات ضبط تحریر میں لائے ہیں موصوف نے ہزارہ قوم سے متعلق دنیا کے مختلف زبانوں سے گوناگوں اسناد و مدارک کی جمع آوری وتدوین کی ہیں اور ساتھ ہی ایک ھزارہ ہونے کے ناطے اپنے تجربات و ذاتی مشاہدات کے توسط قارئین کو جدید اور قابل قدر معلومات مہیا کرتے ہیں یوں وہ ہمیں اپنے لوگوں اور انکے تہذیب و تمدن سے متعلق امتیازی خصوصیات مستند حوالوں سے فراہم کرتے ہیں۔ آگے چلکر مزید لکھتے ہیں،

ھزارہ قوم پر اس قدر جامع اور قابل فہم کتاب لکھنے پر حسن پولادی بجاطور پر مبارکباد کے مستحق ہیں"۔

ھزارہ قوم کا یہ قابل فخر فرزند و درخشندہ ستارہ اپنی کتاب کی اشاعت کے چند مہینوں بعد ستمبر 1989ء میں انتقال کرگئے۔ اگرچہ جسمانی طور پر شادروان حسن فولادی ھمارے درمیان موجود نہیں ، مگر اسکی کتاب The Hazaras رہتی دنیا تک اسکے نام کو زندہ و جاویداں رکھنے کیلیئے کافی اور یہی کتاب اپنی قوم ھزارہ سے اس کے خلوص و محبت و عشق و سچے جذبوں کی دلیل بھی ہے۔

اس کتاب کا فارسی میں ترجمہ کرنے کا سلسلہ شادروان محمد عالم مصباح نے شروع کردیا تھا مگر اسے زندگی نے مہلت نہ دی۔ بعد از آں اس کام کو جناب عالمی کرمانی نے انجام دیا جسکی پہلی اشاعت 2001ء میں ہوئی ہے اور اب تک اس کے کئی ایڈیشن ہو چکے ہیں، اس کا اردو میں ترجمہ کرنے کا بیڑہ نوجوان قلمکار نوازش علی (NBP) نے اٹھایا تھا مگر نہ وجوہ مکمل نہ ہو سکا۔

Composing by: Arbab Naseem

www.wisdomspeech.com